Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

# A Critical Analysis of Romal e Zehra: An Elegiac Collection
# مجموعہ مراثی : رومال زہرا کا فکری و فنی جائزہ

**محمدنذیر**
پی ایچ۔ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، جامعہ کراچی
**ذوالفقار علی**
ایم فل اسکالر، شعبہ اردو،جامعہ کراچی
**سید صداقت علی**
ایم فل اسکالر، شعبہ اردو،جامعہ کراچی
**محمد اکرم**
پی ایچ۔ ڈی اسکالر، شعبہ اردو،لیڈز یونی ورسٹی ،لاہور
**عادل شاہ**
ایم فل اسکالر، شعبہ اردو،جامعہ کراچی

**Citation:** محمدنذیر, ذوالفقار علی, سید صداقت علی, محمد اکرم, عادل شاہ (2024).A Critical Analysis of Romal e Zehra: An Elegiac Collection, Al-Qirtas, 3(4). Retrieved from https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas/article/view/374

## Abstract:

*Shahid Naqvi, a renowned poet from Karachi, has made a name for himself in the field of elegy writing. With over a dozen published collections of elegies, Naqvi's poetry is known for its intellectual and philosophical depth. Naqvi's elegies are not limited to mere lamentation, but rather provide a logical and scholarly analysis of the events of Karbala and the martyrdom of Imam Husain. His poetry is characterized by its unique blend of thought, imagination, and literary skill.The collection "Romal-e-Zahra" is a beautiful compilation of ten elegies, each one a masterpiece in its own right. The collection includes both elegies on the tragedy of Karbala and personal elegies. Naqvi's poetry is notable for its ability to present complex ideas in a simple and elegant manner. His use of language is masterful, and his ability to convey deep emotions through his words is unparalleled.In the realm of elegy writing, Naqvi is a pioneer, and his poetry has set a new standard for others to follow. His commitment to his craft is evident in every line of his poetry, and his ability to innovate and experiment with language is truly remarkable.*

***Key words:*** *Intellectual and philosophical depth,Logical analysis ,Events of Karbala,Martyrdom of Imam Husain,Traditional style,Logical easoning,Center of guidance ,Sorrow and lamentation*

علمی و ادبی شہر کراچی میں جب اہل ادب روزانہ کی بنیاد پر محافل سجاتے تھے تب وہاں بہت ساری ادبی شخصیات فروغ ادب میں مصروف رہتے تھے۔ صنف سخن مرثیہ کی روایت کو کراچی کے شعرا نے اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قائم رکھا۔شاہد حسین نقوی نے پہلے بطور غزل گو بعد میں مرثیہ نگار کی حیثیت سے ادبی محافل میں اپنی انفرادیت قائم کرلی۔ شاہد نقوی کی مقبولیت کے پیچھے کراچی کی ادبی فضا اور ماحول کا بڑا ہاتھ ہے چنانچہ

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

انھوں نے اپنا پہلا اور مکمل نو تصنیف مرثیہ "شعور صداقت" کے نام سے 1959 میں مکمل کیا۔ کراچی میں ۱۹۵۰ء اور اس کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک ڈاکٹر یاور عباس صاحب کی قیام گاہ پر مسلسل اور پیہم مرثیے کی جو مجالس منعقد ہوتی رہیں۔ ان مجالس میں دیگر مرثیہ گو شعرا کی طرح کلیم آلِ عبا نے بھی فروغ و ترویج مرثیہ گوئی میں نا قابل فراموش کردار ادا کیا۔ اپنا پہلا نو تصنیف مرثیہ ڈاکٹر یاور عباس صاحب کی قیام گاہ پر منعقدہ مجلس میں پیش کیا اور اس کے بعد سے مرثیہ گوئی کا یہ سلسلہ تا دم آخر جاری رہا۔

زیر نظر مجموعہ "رومال زہرا" شاہد نقوی کے مرثیوں کا ایک عمدہ شعری مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں کل دس مرثیے شامل ہیں اور اسے ۱۹۹۹ء میں اسلامی رابطہ ملی شمالی ناظم آباد کراچی نے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔ مجموعے میں شامل آخری مرثیہ شخصی مرثیوں کے ضمن میں آتا ہے۔ پہلا مرثیہ " آلِ عمران کی قربانیاں "حضرت ابو طالبؑ اور آپ کے فرزندوں کی ان خدمات اور قربانیوں کی داستان ہے جو اسلامی تاریخ کی زینت ہیں۔ مرثیے کی ابتدا میں انھوں نے حضرت ابو طالبؑ کے کردار اور پیغمبر اسلام کی پرورش، حفاظت اور دین اسلام کے استحکام کی خاطر آپ کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرتِ جعفر طیار، حضرت عقیل، حضرت علیؑ اور پھر حضرت مسلم بن عقیلؑ وغیرہ کی قربانیوں اور پیغمبر اسلام کی تبلیغ و ترویج اور اس کے بچاؤ، بقا اور استحکام کے لیے آلِ عمران کی فداکاریوں کی ولولہ انگیز اور عدیم النظیر داستان آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ شاہد نقوی نے جس فنی مہارت، تخلیقی صلاحیت اور موثر پیرائے میں آلِ عمران کی قربانیوں اور ان کے عظیم الشان کارناموں کو بیان کیا ہے وہ بے مثال ہے۔ بطور نمونہ یہ بند ملاحظہ کریں:

خدا کا دین کفیلِ نبی کے گھر سے چلا — یہ آفتاب اسی مطلعِ سحر سے چلا
وہ دین پناہ اس اندازِ معتبر سے چلا — کہ پاؤں قطع کیے کفر نے تو سر سے چلا
جسے امینِ امورِ خدا کہا جائے
اسی پہ کفر کا بہتان کیا کہا جائے (1)

مجموعے میں دوسرا مرثیہ "ذکر اور آنسو" کے عنواں سے ہے۔ یہ مرثیہ ذکرِ غمِ امام حسینؑ اور آپ کے انصار و اعزہ کی شہادتوں کے ذکر اور اس کے نتیجے میں گریہ وزاری کے ذکر سے متعلق ہے۔ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے انصار و اعزّہ کی شہادت اور آپ کے اہل خانہ کے ساتھ کی گئی زیادتیوں، ظلم و جور اور ناروا سلوک کا تذکرہ سن کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور یزید اور اس کے لشکریوں سے نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے گویا ذکرِ غم سرور اور آنسو یعنی گریہ باہم مربوط ہیں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہد نقوی کہتے ہیں کہ:

یہ اشک برستے ہیں جو آنکھوں سے ہماری — فی الاصل ہیں اک سلسلۂ نذر گزاری
تعمیل کی منزل میں ہے وہ مقصدِ باری — ذکرِ غمِ سرور ہے ہر دور میں جاری
وہ سن لیں جو منہ پھیرتے ہیں اشک عزا سے

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

ان اشکوں کی تحقیر بغاوت ہے خدا سے(2)

تیسرا مرثیہ "شعورِ صداقت" دراصل شاہد نقوی کا پہلا نو تصنیف مرثیہ ہے جو انھوں نے ۱۹۵۹ء میں ڈاکٹر یاور عباس کی قیام گاہ پر پڑھا تھا۔ صداقت یا سچائی کا شعور دراصل انسانیت کا احساس یا شعور ہے جو تہذیب و اخلاق کا درس بھی دیتا ہے جس سے انسان میں خود اپنا احتساب کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے یہی چیز قلب و کردار اور نفس کی تطہیر کا موثر ذریعہ بھی ہے۔ صداقت کا شعور اور احساس انسان کو باطلِ کفر اور طاغونی طاقتوں کے مقابل ڈٹ جانے کا بے پناہ عزم اور حوصلہ عطا کرتا ہے حق و صداقت کے لیے باطل قوتوں سے لڑ جانا اور دلیری سے جامِ شہادت نوش کرنے کا یہ درس ہمیں شہیدانِ کربلا سے ملتا ہے۔ مثلاً یہ بند ملاحظ

فرمایئے:

کتنے ہی اہتمام ہوں کتنے ہی بندوبست — یزداں نہ ہو سکے گا کبھی اہرمن سے پست
باطل کے در پہ جھک نہیں سکتے خدا پرست — تمہید فتح ہوتی ہے ہر ظاہری شکست
یہ جنگِ کربلا بھی اسی کی دلیل ہے
اس آگ میں بھی جلوۂ باغِ خلیل ہے(3)

شعورِ صداقت کو اپنی زندگی کے سانچے میں ڈھال لیا جائے تو پھر ظلم و بربریت اور یزیدی طاقتوں کا خوف دل سے نکل جاتا ہے۔ امامِ عالی مقام اور آپ کے انصار و اعزہ کی لازوال قربانیاں اور بے مثال و بے نظیر شہادتیں اس حقیقت کا عین ثبوت ہیں۔

مثلاً یہ بند دیکھے:

ردِ یزیدیت کو حسینی عَلَم اٹھے — تردید ظلم کے لیے شہ کے قدم اٹھے
فتنہ بڑھا تو جھوم کے شاہِ اُمم اٹھے — چونکے جو بت کدے تو امینِ حرم اٹھے
ایوانِ ظلم زورِ صداقت سے ڈھا دیے
قصرِ یزیدیت کے پرخچے اڑا دیے(4)

مرثیہ "نصرت مظلوم" بھی ایک اہم مرثیہ ہے کہ اس میں شاہد نقوی نے عنوان کی مناسبت سے یہ بات بیان کی ہے کہ ہمیں مظلوم کی مدد کرنا چاہیے کیونکہ یہ ہمارا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے اور کس طرح روزِ عاشور امامِ عالی مقام کے یاور و انصار اور اعزہ نے امام کی نصرت اور مدد کی، آپ پر اپنی جانیں نثار کیں اور رہتی دنیا تک ہر حساسِ شریف النفس اور خوفِ خدا رکھنے والے ذہن و قلب میں مظلوم کی آوازِ استغاثہ پر لبیک کہنے اور اپنی جان تک اس پر قربان کر دینے کا ناقابلِ تسخیر جذبہ پیدا کر دیا۔

یہ بند دیکھے:

http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

منتظر ہے کربلا کا ہر شہید اس وقت کا　　　ناصروں کو جب حسینی منتقم دے گا صدا
چپ تو کیا بیٹھیں گے ایسے وقت میں وہ باوفا　　　کیا عجب آقا سے وہ بھی مانگ لیں اذنِ وفا
رچ گئی ہے ان کی فطرت میں وفا شبیرؑ سے
سن چکے ہیں استغاثے کی صدا شبیرؑ سے (5)

یہ مرثیہ اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ اس میں شاعری اور اس کے مختلف پہلوؤں کے متعلق انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا ہے۔ مثلاً

بند شوں میں ناشر فکر و نظر ہے شاعری　　　واہمے کے گھپ اندھیرے کی سحر ہے شاعری
بے یقینی میں شعاعِ معتبر ہے شاعری　　　ایک نقطے کی مسافت میں سفر ہے شاعری
وہ سفر جو راہ بھی، رہبر بھی ہے، منزل بھی ہے
ذوق بھی ہے، فکر بھی ہے، ذہن بھی ہے دل بھی ہے (6)

مرثیہ "معراجِ کُبریٰ" واقعہ معراج رسول ﷺ سے متعلق ہے اور اس میں شاہد نقوی صاحب نے کچھ ایسے نکات بھی بیان کیے ہیں جو ذہنِ انسانی میں بالخصوص سے مسلم اذہان و قلوب میں بھی شکوک و شبہات پیدا کر دیتے ہیں پھر ان کو دور کرنے کے لیے دلیلیں بھی دی ہیں۔ مثلاً جب حضورؐ معراج کی رات زماں و مکاں کی حدوں سے بالاتر ہو کر مقام ''قاب قوسین ''تک پہنچے تو معراجِ محمدیؐ کے حوالے سے اکثر اذہان میں یہ شک یا قیاس ابھرا ہے کہ:

گوش دل نے یہ سُنی ایک سکوں پاس صدا　　　تُو تو کہتا تھا کہ محدود نہیں رب عُلیٰ
قابَ قوسین کے اس فصل کا پھر مقصد کیا　　　اس طرف جسم محمدؐ ہے اُدھر ذاتِ خدا
دونوں نقطوں میں جو قوسین کی یہ دوری ہے
یہ ارادی ہے طرفین کی مجبوری ہے (7)

جب عقیدتاً معراج کی رات حضور اکرم ﷺ اور ذاتِ خداوندی کے مابین کوئی حجاب، کوئی پردہ اور کوئی دوری حائل نہ تھی یہاں اس شک کو دور کرنے کے لیے شاہد نقوی کہتے ہیں کہ:

دل کو تسکیں جو ہوئی ہاتھ اٹھے بہر دعا　　　عرض کی رو کے کہ اے خاصہ خاصانِ خدا
میرے ہادی میرے سرکار رسولِ دوسرا　　　وہم کے ناگوں نے گھیرا ہے یقیں کا رستہ
ہے کدھر منزلِ حق راہ دکھادیں مجھ کو
قابَ قوسین کا مفہوم بتادیں مجھ کو

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

توجواب ملتا ہے کہ:

آئی آواز یہ شک تجھ کو سزاوار نہیں　　تیرے ایماں کی فراست ابھی بیدار نہیں
قابَ قوسین کا مفہوم تو دشوار نہیں　　اک علامت ہے یہ رستہ نہیں دیوار نہیں
استعارہ ہے یہ خلاق کا اور خلقت کا
ایک پیرایہ ہے اظہارِ عبودیت کا(8)

شاعر نے معراجِ مصطفیؐ کو خاندانِ رسالت کے اہم واقعات سے باہم مربوط کر دیا، مثلاً حضرت علیؑ کا دوشِ رسولؐ پر سوار ہو کر خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کا توڑنا پھر غدیر خم کے میدان میں رسول اکرمؐ کا حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اسلامیہ کا مولا و آقا قرار دینا، پھر مسجد کوفہ میں حالتِ سجدہ میں امیر المومنین کا شمشیر ابن ملجم سے زخمی ہونا، پھر امام حسینؑ کا یزید کی بیعت سے انکار، مدینے کو چھوڑنا اور کربلا کے ریگ زار میں اپنے اہلِ خانہ اور یاور و انصار کے ساتھ یزیدی لشکر سے جنگ کرنا اور شہادت عظمیٰ پر فائز ہونا۔ ان تمام واقعات میں بھی معراجِ مصطفی کی سی عظمت و بلندی ہے۔ حضورِ پرنور کے بلند و عظیم کڑیوں کو شاعر اہلِ بیتِ محمدؐ کی پاک و مطہر ہستیوں کے حالات و واقعات سے سلسلہ وار جوڑتا ہوا واقعہ کربلا تک پہنچتا ہے۔ یہ بند ملاحظہ ہو:

کربلا جس میں تھا معراجِ مسلسل کا سفر　　انھیں معراجوں میں تھا یہ بھی عظیم اک منظر
پھر وہ اک آخری معراجِ شبیرؑ کا سر　　سجدۂ رب میں جبیں خشک گلے پر خنجر
وہ درِ خیمہ سے اک سوختہ تن کی نظریں
بھائی کا کٹتا گلہ اور بہن کی نظریں(9)

مرثیہ " سفارت کُبریٰ" میں حضرت مسلم بن عقیل سے متعلق ہے جنھیں امام حسینؑ نے اپنا سفیر بنا کر کوفے بھیجا تھا، کوفیوں کی دغا بازی اور بے وفائی کے سبب حضرت مسلمؑ، کوفے میں نہایت بے دردی سے شہید کر دیے گئے، مرثیے کا آغاز حضرت ابو طالبؑ اور آپ کے فرزندوں، حضرت عقیل، حضرت جعفرِ طیار اور حضرت علیؑ کی دینِ اسلام اور بالخصوص پیغمبر اسلام کی کفار و مشرکین مکہ سے حفاظت اور ہر موقع پر آپ کے لیے دی ہوئی عظیم الشان قربانیوں کے بیان اور دینِ اسلام کی نصرت و مدد کے ذکر سے ہوتا ہے کیونکہ شاعر کے نزدیک یہ عظیم المرتبت ہستیاں بھی در حقیقت رسول اکرمؐ کے لیے "سفارت کبریٰ" کا فریضہ انجام دے رہی تھیں۔ اس کے بعد شاعر نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کا بطور سفیر امام حسینؑ کوفے آنا، پھر کوفیوں کی دغا کے باعث تنِ تنہا کوفے میں شہید ہو جانے کا تذکرہ کیا ہے مثلاً یہ بند ملاحظہ فرمائیں:

چُنا تھا شاہ نے مسلم کو جب سفیر اپنا　　تو ان کو علم تھا کس رُخ پہ چل رہی ہے ہوا
وہ جانتے تھے کہ فطرت ہے کوفیوں کی دغا　　نہ کی علی سے تو مسلمؑ سے کیا کریں گے وفا

http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

یہ تھا اجل کا سفر موت کی سفارت تھی
کہ جس کے نقطہء انجام پر شہادت تھی(10)

حضرت مسلمؑ کا بطور سفیر امام عالی مقام کوفہ جانا گویا جنگِ کرب وبلا کا نقطہ آغاز تھا اور آپ کی شہادت میدانِ کرب وبلا کے پہلے مجاہد کی شہادت ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

محاذِ کوفہ بھی تھا جزوِ کربلائے حسینؑ
بس اتنا فرق تھا مسلم تھے یاں بجائے حسینؑ

ایک اور مرثیہ جس کا عنوان"علم" ہے اس میں علم کی اہمیت افادیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور علم سے پیغمبر اسلام اور آپ کے اہل بیتؑ کا جو مستحکم رشتہ ہے اس کا ذکر ہو رہا ہے، شاعر نے پیغمبرِ اکرمؐ کی ذاتِ مقدس ومطہر سے لے کر حضرتِ امام حسینؑ تک علم سے ان ذواتِ مقدسہ کے تعلق اور رشتے کو بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے مثلاً یہ بند دیکھے:

اک نور فہم ہے اک مرکزِ تفہیم ہے
نام ہے جس کا محمدؐ علم کی تجسیم ہے

گویا علم نامِ محمدؐ اور ذاتِ محمدؐ میں مجسم ہو گیا اور پھر حضورؐ کی حدیث یا قول جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔جس طرح حضور اکرمؐ علم کی بلندی پر فائز تھے اور آپ نے جلائے عرب اور کفار مشرکین مکہ کو جس طرح جہل کی تاریکی سے نکال کر علم و آگہی کی روشنی عطا کی اسی طرح حضرت علیؑ اور تمام آئمہ اطہارؑ نے اپنے اپنے زمانوں میں لوگوں کو جہالت و گمراہی سے نکال کر علم و بیداری کی روشنی میں جینا سکھایا۔ دوسری طرف ہر زمانے کی باطل قوتیں نورِ علم و آگہی کو بجھانے کے درپے تھیں تا کہ زمانہ اور زمانے کے لوگوں کا ذہن نورِ علم سے روشنی اور غذا حاصل کر کے ان کی طاقت اور اقتدار کے خاتمے کا باعث نہ بن جائے۔ پیغمبر اسلام سے لے کر ہمارے تمام آئمہ تک ہر دور کے ابو جہل و نمرود اور طاغوت علم و معرفت سے معمور ان پاکیزہ ہستیوں کو مٹانے پر کمربستہ رہے۔ مثلاً یہ بند دیکھیے:

چشمِ باطل پر گراں تھا نورِ شمعِ آگہی　　راہِ باطل میں تھی حائل زندگی شبیرؑ کی
چاہتا تھا جہل بجھ جائے یہ شمعِ نور بھی　　پوری قوت سے جفا و جور کی آندھی چلی
ظلم کی تیغوں نے جسمِ حق کچل کر رکھ دیا
پنجۂ صرصر نے ہر غنچہ مسل کر رکھ دیا　　(11)

غرض یہ مرثیہ علم اور محمدؐ و آل محمدؐ کے باہمی رشتے اور تعلق کی تفسیر ہے۔ مرثیہ "شبِ عاشور" میدان کربلا میں "شبِ عاشور" کا حال بیان کر رہا ہے۔۔ امام حسینؑ نے اس شب میں عبادت و ذکرِ الٰہی کے ساتھ ساتھ اپنے یاور و انصار اور اپنے عزیز و اقارب سے صبحِ عاشور کی آمد اور روز

E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

عاشور میں دشمن کے ساتھ ہونے والی جنگ کے بارے میں گفتگو کی اور ہر ایک انصار کو بے خوف وخطر آمادۂ جنگ پایا اور ہر ایک کی دل میں جذبۂ شہادت کو معجزن پایا۔ ایک طرف دشمن کی کثیر فوج کی موجودگی اور دوسری طرف فقط ۷۲ نفوس اور کچھ خواتین اور بچے )وہ بھی تین روز کے بھوکے پیاسے (مگر ایمان کی حرارت اور جذبہ شہادت سے سرشار نفوذ خیامِ حسینی سے بلند ہوتی ہوئیں تسبیح و تحلیل اور ذکرِ الٰہی کی آوازیں غرض ان تمام باتوں کو شاعر نے بڑے متاثر کن انداز سے اس مرثیے میں بیان کیا ہے۔

مرثیہ "یادِ یاور" یہ ڈاکٹر یاور عباس کی یاد میں لکھا گیا ہے اور یہ شخصی مرثیے کے ضمن میں آتا ہے۔ ڈاکٹر یاور عباس نے مرثیے کے فروغ اور ترویج کے سلسلے میں بہت اہم اور نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی قیام گاہ پر ہفتہ وار مجالسِ مرثیے کا انعقاد بڑیاہمیت کا حامل ہے جن میں کراچی کے ہر بڑے اور چھوٹے شاعر نے اپنے اپنے نو تصنیف مرثیے پیش کیے جن میں جوش ملیح آبادی، سید آل رضا، نسیم امروہوی، صبا اکبر آبادی، راجہ محمود آباد، شاہد نقوی اور نہ جانے کتنے شعرا شامل ہیں۔ یاور عباس کی قیام گاہ پر ہونے والی مرثیوں کی ان مجلسوں نے مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کی ایک صحت مند روایت کی بنیاد ڈالی۔ جو بعد میں کراچی کے حالات ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت خراب کر دیے گئے، شیعہ سنی فسادات اور فرقہ واریت اور تعصب کی آگ بھڑکا دی گئی تو مجبوراً ڈاکٹر صاحب کو نقل مکانی کرنی پڑی مگر مرثیے کی مجلس کا انعقاد بدستور اسی عزم اور عقیدت کے ساتھ کرتے رہے اور تادمِ آخر یہ سلسلہ جاری رہا۔ ڈاکٹر صاحب سے اپنے دیرینہ مراسم اور مجالس مرثیے کے مسلسل پیہم اور متواتر انعقاد کے پرخلوص جذبے سے متاثر ہو کر ہی شاہد نقوی صاحب نے ڈاکٹر یاور عباس کی یاد میں یہ مرثیہ لکھا۔ ایک جگہ پر کہتے ہیں کہ:

یہ مرثیہ گو آج جو ہے زینتِ منبر　　اکثر وہ ہے لایا جنھیں اس اوج پہ یاورؔ
اب مانے نہ مانے کوئی یہ مظلومہ اس پر　　میں تو یہی محسوس کیا کرتا ہوں اکثر
یہ مرثیہ گوئی مری اس کی ہی عطا ہے
منبر پہ یہ میری نہیں یاورؔ کی صدا ہے(12)

شاہد نقوی نے شخصی مرثیوں میں ایک انفرادیت پیدا کی ہے اور ممدوح کی صفات کے ساتھ ساتھ تہذیبی اقدار کا بھی شعور اجاگر کیا ہے۔ شخصی مرثیوں کی یکجائی سے شاہد نقوی کے اسلوب اور کمال فن کا مطالعہ کرنے میں آسانی ہوگئی ہے۔ اور اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ مرثیے یں کس طرح انفرادی طرز برقرار رکھتے ہوئے غیر رثائی موضوعات کو بھی اپنے انداز یں برت سکتے ہیں۔ تاہم ان کا اصل موضوع کربلا ہی ہے۔ شخصی مرثیوں کی اختتامی منزلیں اسی موضوع عظیم سے آکر ملتی ہیں۔ شاہد نقوی کے مرثیوں میں فکری عناصر اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ ایسے مباحث ان کے کلام کو مبہم یا مغلق نہیں ہونے دیتے بلکہ اسے زیادہ بڑا سرمایہ اور دقیع بناتے ہیں۔ شاہد نقوی نے اپنے مرثیوں میں خوب صورت انداز میں علم الکلام اور فلسفے کے بعض مسائل کو نہایت خوب صورت شاعرانہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔

**حوالہ جات**

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

1۔ شاہد حسین نقوی ،رومال زہرا،(کراچی،اسلامی رابطہ ملی،ناظم آباد1999) ،ص19

2۔ ایضا،ص42

3۔ ایضا،ص61

4۔ ایضا،ص59

5۔ ایضا،ص70

6۔ ایضا،ص72

7۔ایضا،ص93

8۔ ایضا،ص95

9۔ایضا،ص102

10۔ ایضا،ص112

11۔ایضا،ص137

12۔ ایضا،ص157